ِ"فِقهُ السیرۃ"کی اہمیت اور غزوہ خیبر سے متعلق فقہیات سیرت کا استخراج

The Importance of "Fiqh al Seerah" and the Derivation of "Fiqhiyyat" from the Battle of Khyber

Dr. Muhammad Anees Khan
Assistant Professor, Department of Islamic and religious studies, Hazara University, Mansehra, KPK. Pakistan
Email: manees332@gmail.com

Muhammad Waqas
Ph.D. Scholar Department of Islamic and religious studies, Hazara University, Mansehra, Pakistan

Abstract:

Fiqh al- Seerah is in fact a closely linked area of Islamic teachings. Fiqh covers the principles of law and Sharia'h and Seera'h as we know is the life history or biography of the holy prophet (SAW). Fiqh al Seerah refers to deep and profound understanding of Shari'ah law or commandments of Alla'h and authentic knowledge of the life history and experience of the holy prophet (SAW) as both are deeply interwoven. Lack of understanding of any one of them will lead to great confusion. Practical implementation of Sharia'h law necessitates deep understanding of Seera'h of the prophet (SAW). The need for study of Fihq al Seera'h has greatly increased in recent times in view of the demands for differentiation as far as sayings of the holy prophet are concerned. Without serious investigations into the matter the prevailing doubts about the validity of certain narrations can not be removed from the minds of people and also authenticity of the valid ones be established.

Keywords: *'Fiqh al seerah ,fiqhiyyat,battle of khaybar, Sunna'h*

"فقه السيرة"کی توضیح

شریعت اسلامی کے ہر پہلو کا گہرا فہم،ادراک اور بصیرت کا نام فقہ ہے۔اب جہاں تک "فقه السيرة" کی اصطلاح کا تعلق ہے تو یہ کوئی اصطلاح نہیں کہ اس کی کوئی خاص لغوی یا اصطلاحی تعریف ہو، بلکہ یہ ایک رجحان کا نام ہے، اسی لیے مختلف سیرت نگاروں نے "فقہ السیرۃ" کی توضیح وتشریح اپنے اپنے انداز میں کی ہے، لیکن ان تمام کے ہاں اصطلاح "فقہ السیرۃ "کا مفہوم بالکل یکساں ہے جس میں کوئی اختلاف نہیں ، وہ یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کے واقعات کے بارے میں جتنی روایات واخبار اہل سیر نے

استنادی حیثیت سے نقل کی ہیں، ان روایات کو مدنظر رکھتے ہوئے سیرت کے کسی بھی واقعہ سے اس کے اصل مقصود تک رسائی حاصل کرنا "فقہ السیرۃ" کہلاتا ہے، چاہے اس مقصد تک رسائی کسی نکتہ کی صورت میں ہو یا پھر کسی شرعی مسئلہ کے استنباط سے ہو یا اس واقعہ سے کوئی عمدہ نتیجہ اخذ ہوتا ہو، یہ سب فقہ السیرۃ کے مفہوم میں داخل ہیں۔

"فقہ السیرۃ" کا دوسرا مفہوم یہ بھی ہے کہ "فقہ السیرۃ" کا تعلق سیرت طیبہ کے ہر اس پہلو سے ہے جس سے سیرت کی حفاظت ہوتی ہو۔جس طرح وضع حدیث کے فتنے کی بیخ کنی کے لیے محدثین نے روایت ودرایت کے کڑے اصولوں کی روشنی میں اصول حدیث کو اس درجہ منضبط اور مستحکم کر دیا کہ اب کسی جھوٹے شخص کے بس کی بات نہیں کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات میں کسی ایک جملے یا لفظ کی بھی تحریف کر سکے۔اس طرز پر سیرت پر کام نہیں ہوا ہے، جس کے باعث واقعات سیرت میں بعض واقعات سندا یا درایتا کمزور اور عظمت رسالت کے شایان شان نہیں، لیکن اب "فقہ السیرۃ" کے نام سے ابھرنے والے اس رجحان نے اصول سیرت کو مرتب کرنے اور واقعات سیرت کا جائزہ لینے کے سلسلے میں بڑی مدد کی ہے۔ اور ایسے واقعات جو کہ سیرت میں قابل اعتماد نہیں، ان کی خوب تحقیق اور تنقیح کی ہے ۔خلاصہ کلام یہ ہے کہ "فقہ السیرۃ" دراصل اصول سیرت کا نام ہے جس سے سیرت کے ہر اس پہلو کی حفاظت ہوتی ہے جس کا تعلق فن سیرت سے ہو، اب یہ حفاظت روایات کی تحقیق وتنقیح یا چھان بین کی صورت میں ہو یا مستشرقین یا ملحدین کے اعتراضات کے جوابات دینے کی صورت میں ہو یا سیرت کے واقعات میں نظر آنے والے تعارض کی تطبیق کی صورت میں، سب "فقہ السیرۃ" کے مفہوم میں داخل ہیں۔گویا کہ "فقہ السیرۃ" دراصل "فہم السیرۃ" کا نام ہے۔

عصر حاضر میں "فقہ السیرۃ" کا نیا رجحان امت کے سامنے جو آیا ہے اس کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ بیسویں صدی سے قبل کے سیرت نگاروں نے اس مفہوم کے مطابق کام نہیں کیا بلکہ ان کی کتابوں میں"فقه السيرة " کے حوالے سے بے شمار ذخیرہ موجود تھا۔اگر ہم بیسویں صدی سے پہلے کی کتب سیرت کا جائزہ لیں تو معلوم ہو گا کہ ان میں بھی واقعات سیرت کے فقہی احکام اور دروس وعبر کا استنباط موجود تھا جیسا کہ ابن حزم ظاہریؒ (۴۵۶ھ)کی "جوامع السير"،ابن عبد البرؒ (۴۶۳ھ) کی "الدرر في اختصار المغازي والسير"،امام سہیلیؒ (۵۸۱ھ) کی "الروض الأنف" اورعلامہ ابن القیمؒ (۷۵۱ھ) کی "زاد المعاد في هدى خير العباد" اورعلامہ ابن کثیر (۷۷۴ھ) کی "السيرة النبوية"اس موضوع پر قابل ذکر تصانیف ہیں ۔ ان کتابوں میں مفصل انداز میں واقعات سیرت سے فقہیات کو اخذ کیا گیا تھا، بلکہ یوں کہا جائے تو بے جا نہ ہو گا کہ موجودہ دور کی کتب فقہ السیرۃ کا مصدر ومنبع دراصل یہی کتب ہیں۔ لیکن اُس دور میں اہل سیر کے ہاں فقہیات سیرت کی اصطلاح کا رواج نہیں تھا۔

موجودہ دور میں "فقہ السیرۃ" کے طرز پر کئی ایک کتابیں لکھی جاچکی ہیں جن میں سے فقه السيرة از سعيد رمضان البوطی، فقه السيرة از منير محمد غضبان، فقه السيرة از محمد الغزالی مشہور ہیں۔ اس کے علاوہ بے شمار ایسی کتب ہیں جن میں سے بعض خصوصی انداز میں اور بعض عمومی طور پر "فقہ السیرۃ" کے طرز پر لکھی گئی ہیں۔

غزوہ خیبر سے متعلق فقہیات سیرت کا استنباط

مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان ۷ ہجری کو خیبر کی جنگ لڑی گئی جس میں اللہ رب العزت نے مسلمانوں کو فتح یاب کیا۔ یہ جنگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کی سازشوں کے نتیجے میں لڑی تاکہ ان کی سازشوں سے مسلمانوں کو نجات مل سکے۔اس غزوہ سے کئی ایک مسائل شرعیہ اور اسباق ونتائج کا استنباط ہوتا ہے جو کہ درج ذیل ہیں:

پالتو گدھوں کا حرام ہونا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن پالتو گدھوں کے گوشت سے منع فرمادیا۔[1]

حاملہ کنیزوں سے مجامعت کی حرمت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:"من كان يؤمن باالله واليوم الآخر فلا يسق ماءه زرع غيره"[2] یعنی کوئی اللہ تعالی اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ دوسروں کی کھیتی کو سیراب نہ کریں۔

ربا الفضل کی حرمت:

حضرت ابو سعید خدریؓ اور ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو خیبر کا عامل بنایا۔وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جنیب (عمدہ قسم کی) کھجور لے کر آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا:"كل تمر خيبر هكذا ؟"کیا خیبر کی ساری کھجوریں ایسی ہی ہوتی ہیں ؟وہ بولا: اے اللہ کے رسول! ساری کھجوریں ایسی نہیں ہوتی۔ہم اس کھجور کا ایک صاع، دوسری کھجور کے دو یا تین صاع کے بدلے لیتے ہیں۔تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:"لا تفعل، بع الجمع بالدراهم، ثم ابتع بالدراهم جنيباً"[3] ایسا نہ کیا کرو جمع شدہ کھجور کو دراہم کے عوض بیچو، پھر دراہم سے یہ عمدہ کھجوریں خرید لیا کرو۔

اس واقعہ سے پتا چلا کہ ایک ہی جنس کے تبادلے میں کمی بیشی سود ہے اور یہی ربا الفضل ہے۔یعنی جب ایک صاع کے بدلے میں ایک سے زیادہ صاع لے لے تو یہ زیادتی سود کہلاتی ہے۔اور یہ حرام ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا بہترین حل بیان

فرمایا کہ پہلے اپنے پاس موجود کھجوریں فروخت کر دو، پھر اس رقم کے عوض جس قدر چاہو، عمدہ یا دوسری قسم کی کھجوریں خرید لو ک، کیونکہ ضرورت اور مجبوری کبھی بھی کسی کو سود کے قبول کرنے پر آمادہ کر سکتی ہے۔[۴]

سونے کی ڈھیلے کی بیع خالص سونے سے اور کھوٹے چاندی کی خالص چاندی سے بیع

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے روز سونے کے ڈھیلے کی خرید وفروخت خالص ڈھلے ہوئے سونے کے بدلے منع فرمادیا۔اس طرح چاندی کا ڈھیلاخالص ڈھلی ہوئی چاندی کے بدلے میں بھی ممنوع ہے۔ارشاد نبوی ہے:"ابتاعوا تبر الذهب بأوراق العين وتبر الفضة بالذهب العين"[۵] یعنی سونے کی ڈلی کی بیع بغیر ڈلی یا خالص چاندی سے کر لو۔اور چاندی کی ڈلی کی بیع خالص سونے یا ڈلی سے کر لو۔

مطلب یہ ہے کہ سونا سونے کے بدلے برابر خریدا جائے اور چاندی چاندی کے بدلے برابر خریدی جائے، کمی یا زیادتی نہ ہو۔مگر جب سونا چاندی کے بدلے میں ہو تو برابری کی ضرورت نہیں۔

مساقات اور مزارعت کا جواز

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی زمین خیبر کے یہودیوں کو اسی شرط پر دی کہ وہ اس میں زراعت اور محنت ومشقت کریں اور آدھی پیداوار لیں۔[۶]

باغ اور کھیت بٹائی پر دینا جائز ہے، یعنی محنت کرنے والے کو اسی باغ یا کھیت کی پیداوار سے معین حصہ دینا طے کر لیا جائے۔یہ مشارکت اور مضاربت کی ایک صورت ہے، جو شخص مضاربت کو تو جائز سمجھتا ہے مگر مزارعت یعنی بٹائی پر زمین یا باغ دینے کو جائز نہیں سمجھتا وہ گویا ایک جیسی دو چیزوں میں فرق کر رہا ہے اس کا یہ عمل ٹھیک نہیں۔[۷]

بٹائی کی صورت میں ضروری نہیں کہ بیج یا دوسرے اخراجات مالک زمین کی طرف سے ہوں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کو صرف زمین سپرد کی تھی۔باقی ہر قسم کے اخراجات انہی کے ذمہ تھے[۸]۔

بعض محققین نے یہاں یہ سوال اٹھایا ہے کہ ان بیوع کے احکام خیبر کے موقع پر کیوں آئے اس میں کیا راز ہے؟

شیخ ابو زہرہؒ نے اس کا جواب یوں دیا ہے کہ خیبر کی فتح مالی لین دین کے اعتبار سے ایک نئی فتح تھی، لہٰذا اس وقت ہی مزارعت ومساقات کا حکم سامنے آیا جبکہ عام طور پر یہ یثرب میں نہیں ہوتا تھا۔[۹]

دشمن کے ساتھ جائز مصالحت درست ہے،البتہ امیر المؤمنین جب چاہے اسے کالعدم کر سکتا ہے۔دشمن کے ساتھ صلح کو کسی شرط سے مشروط کیا جا سکتا ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں سے معاہدہ کرتے وقت یہ شرط عائد کی تھی کہ نہ وہ کوئی چیز غائب کریں گے،نہ چھپائیں گیں۔خزانے سے بھری ہوئی مشک کا واقعہ اس کی واضح دلیل ہے۔[۱۰]

احکام میں قرائن اور علامات بھی معتبر ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کنانہ سے فرمایا تھا: وہ مال بہت زیادہ تھا، ابھی وقت اتنا نہیں گزرا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرما کر اس کے اس جھوٹ کو ثابت کرنا چاہا کہ وہ مال تو جنگوں اور دیگر اخراجات میں کیسے ختم ہو گیا۔[۱۱]

ذمیوں کی بدعہدی کا حکم

اگر ذمیوں کی طرف سے عہد کی خلاف ورزی کی بنا پر معاہدہ ٹوٹ جائے تو اس کا اثر عورتوں اور بچوں پر بھی پڑے گا۔ ایسی صورت میں اگر چند افراد نقض عہد میں جبرا شریک نہ ہوں مگر اپنی قوم ہی کا ساتھ دیں تو انہیں بھی خلاف ورزی کرنے والا سمجھا جائے گا، بالخصوص جبکہ خلاف ورزی کرنے والے معزز اور سردار لوگ ہوں جیسا کہ کنانہ اور ابی الحقیق کے دو بیٹوں کے واقعے سے ظاہر ہے۔ البتہ جب خلاف ورزی کرنے والا کوئی عام فرد ہو اور باقی افراد اس کا ساتھ نہ دیں تو اس خلاف ورزی کا اثر اس کے بیوی بچوں پر نہیں پڑے گا۔[۱۲]

آزادی کو حق مہر بنانے کا حکم

آدمی کو حق ہے کہ اپنی لونڈی کو آزاد کر کے اس سے نکاح کر لے اور اسے بیوی بنالے اور اس کی آزادی ہی کو اس کا حق مہر قرار دے۔ ایسے نکاح میں لونڈی کی رضامندی، اس کے اولیاء کی اجازت اور گواہوں کی ضرورت نہیں بلکہ لفظ نکاح اور ایجاب و قبول بھی ضروری نہیں۔

غزوہ خیبر سے مستنبط نتائج

۱. جنگ میں اس شرط کے ساتھ جھوٹ بولنا جائز ہے کہ اس جھوٹ سے دوسرے شخص جس پر جھوٹ بولا ہے اس کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔ بشرطیکہ اس کا مقصد اپنے حق کا حصول ہو۔
۲. اگر کوئی شخص کسی کو زہر دے کر مار دے تو اسے قصاصا قتل کیا جائے گا۔
۳. اہل کتاب کا ذبح کیا ہوا جانور اور پکا ہوا کھانا جائز اور تحفہ بھی قبول کیا جا سکتا ہے۔
۴. کوئی علاقہ بزور شمشیر فتح کیا جائے، اس کے بارے میں امیر المؤمنین کو اختیار ہے، چاہے مجاہدین میں تقسیم کر دے، چاہے سرکاری ملکیت میں رہنے دے اور چاہے تو کچھ زمین تقسیم کر دے اور باقی سرکاری ملکیت میں رکھے۔[۱۳]
۵. حرمت والے مہینوں میں کافروں کو قتل کیا جا سکتا ہے اور جن کفار و مشرکین کو دعوت اسلام دی جا چکی ہو انہیں بغیر تنبیہ و اطلاع حملے کا نشانہ بنایا جا سکتا ہے۔
۶. مال غنیمت کی تقسیم سے پہلے کچھ بھی لینا ناجائز اور حرام ہے۔ البتہ غنیمت میں کھانے پینے کی چیزیں تقسیم سے پہلے بوقت ضرورت اور بقدر ضرورت انفرادی طور پر استعمال کی جا سکتی ہیں۔ تاہم انہیں ذخیرہ نہیں کیا جا سکتا نہ کسی دوسری جگہ منتقل کیا جا سکتا ہے۔[۱۴]

۷. حرمت نکاح متعہ:

متعہ کی حرمت پر امت کا اجماع ہے اور سوائے روافض کے کوئی اس کی حلت کا قائل نہیں اور ان کی مخالفت کا کوئی اعتبار نہیں ،البتہ صرف حضرت عبد اللہ بن عباس ؓ سے اس کا جواز منقول ہے[۱۵]، وہ بھی محض اضطرار کے موقعہ پر جواز کے قائل تھے[۱۶] تاہم اس حوالے سے امام ترمذیؒ فرماتے ہیں:

"وَإِنَّمَا رُوِيَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ شَيْءٌ مِنَ الرُّخْصَةِ فِي المُتْعَةِ، ثُمَّ رَجَعَ عَنْ قَوْلِهِ حَيْثُ أُخْبِرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ."[۱۷]

(ترجمہ): حضرت ابن عباس سے متعہ کی رخصت کے بارے میں روایت کی گئی تھی، لیکن پھر انہوں نے اپنے اس قول سے رجوع کر لیا جب انہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کا علم ہوا۔

متعہ کی حرمت پر قرآنی آیت سے استدلال کیا جاتا ہے۔اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

"والَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ، إِلَّا عَلَى أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ"[۱۸]

(ترجمہ): اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔مگر اپنی بیویوں سے یا کنیزوں سے جو ان کی ماتحت ہوتی ہیں، ان سے تعلق قائم کرنے میں انہیں ملامت نہیں۔

اس آیت سے مختصرا یہ بات واضح ہوتی ہے کہ متعہ بالمعنی المعروف کو مذکورہ قرآنی آیت نے مکہ مکرمہ ہی میں حرام کر دیا تھا اور وہ بدستور حرام ہی رہا البتہ بعض غزوات کے موقع پر ایک محدود مدت کے لیے اس کی اجازت دی گئی، جو رخصت تھی،حلت نہیں جیسے لحم خنزیر حرام ہے لیکن اضطرار کے موقع پر اس کا کھانا جائز ہو جاتا ہے۔خاص حالات کی وجہ سے شریعت نے ایک محدود رخصت عطا کرتی ہے، حاصل یہ کہ ایسی رخصت حرمت کے ساتھ جمع ہو جاتی ہے اور اس رخصت کی وجہ سے یہ نہیں کہا جاتا کہ وہ حرمت منسوخ ہو گئی۔اس بات کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ اجازت متعہ کی تقریبا تمام روایات میں رخصت کا لفظ استعمال ہوا ہے نہ کہ حلت کا۔[۱۹]

دوسرا یہ کہ اس آیت " وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ "میں ازواج سے مراد وہ عورتیں ہیں، جو عقد مشروع کے ذریعے حلال کی گئی ہوں اور ابتداء اسلام میں عقد مشروع چونکہ صرف نکاح تھا، اس لیے آیت حرمت متعہ پر بھی دلیل ہو گی ، پھر بعد میں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ عرصہ کے لیے متعہ کی اجازت دی تو متعہ بھی عقد مشروع کے تحت آ گیا اور ایسی تمام عورتیں جن کے ساتھ متعہ کیا گیا "ازواج" کے تحت داخل ہو گئیں، اس لیے کہ آیت کی مخالفت ہوئی، نہ آیت کو منسوخ کیا گیا، پھر بعد میں جب دوبارہ متعہ کو ممنوع کر دیا گیا

تو وہ عقد مشروع نہ رہا اور ایسی عورتیں "ازواج" کے مفہوم سے خارج ہو گئیں ،اس لیے اب یہ آیت ہمیشہ کے لیے حرمت متعہ پر دال ہے۔[20]

حرمت متعہ کے زمانے سے متعلق روایات کا تعارض :

دوسری بحث یہ ہے کہ متعہ کی حرمت کس وقت ہوئی ؟اس بارے میں شدید تعارض پایا جاتا ہے۔

۱۔حضرت علیؓ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ متعہ غزوہ خیبر کے موقع پر حرام قرار دیا گیا۔ سنن ترمذی میں ہے "نَہَی عَنْ مُتْعَةِ النِّسَاءِ، وَعَنْ لُحُومِ الحُمُرِ الأَهْلِيَّةِ زَمَنَ خَيْبَرَ"[21]۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن عورتوں کے ساتھ متعہ کرنے اور پالتو گدھوں کے گوشت سے منع فرمایا۔

۲۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ متعہ کی حرمت فتح مکہ کے دن ہوئی "أن رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى عن متعة النساء يوم الفتح"[22]۔"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے ساتھ متعہ کرنے سے فتح مکہ کے دن منع کیا۔

۳۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ غزوہ حنین کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعہ حرام قرار دیا"نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ خَيْبَرَ عَنْ مُتْعَةِ النِّسَاءِ» قَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى: يَوْمَ حُنَيْنٍ"[23] یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے ساتھ متعہ کرنے سے غزوہ خیبر کے دن منع کیا-ابن المثنی فرماتے ہیں کہ حنین کے دن منع کیا۔

۴۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ غزوہ اوطاس کے موقعہ پر متعہ کی حرمت ہوئی :" رَخَّصَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ أَوْطَاسٍ، فِي الْمُتْعَةِ ثَلَاثًا، ثُمَّ نَهَى عَنْهَا[24]۔"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ اوطاس میں تین دن کے لیے متعہ کی اجازت دی پھر اس کے بعد اس کو حرام قرار دے دیا۔

۵۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ غزوہ تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعہ کو حرام قرار دیا:

> "خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى غَزْوَةِ تَبُوكَ، حَتَّى إِذَا كُنَّا عِنْدَ الْعَقَبَةِ مِمَّا يَلِي الشَّامَ جَاءَتْ نِسْوَةٌ، فَذَكَرْنَا تَمَتُّعَنَا، وَهُنَّ تَطُفْنَ فِي رِحَالِنَا، فَجَاءَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَنَظَرَ إِلَيْهِنَّ، وَقَالَ: مَنْ هَؤُلَاءِ النِّسْوَةُ؟ فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللَّهِ نِسْوَةٌ تَمَتَّعْنَا مِنْهُنَّ، قَالَ: فَغَضِبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى احْمَرَّتْ وَجْنَتَاهُ، وَتَمَعَّرَ وَجْهُهُ، وَقَامَ فِينَا خَطِيبًا، فَحَمِدَ اللَّهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ، ثُمَّ نَهَى عَنِ الْمُتْعَةِ"[25]
>
> (صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ تبوک کے لیے نکلے جب آپ ایک گھاٹی کے پاس اترے جو شام کی طرف تھی تو کچھ عورتیں آئیں ہم نے وہاں متعہ کا ذکر کیا اور وہ عورتیں ہمارے کجاووں کے پاس چکر لگا رہی تھی اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم آ گئے ان عورتوں کو دیکھا تو پوچھا کون ہیں یہ عورتیں ؟ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم ان سے متعہ کا ارادہ رکھتے ہیں، راوی کہتے ہیں رسول اللہ کو سخت غصہ آیا کہ آپ کا چہرہ مبارک سرخ ہو گیا چنانچہ آپ نے خطبہ دیا اللہ تعالی کی حمد بیان کی اور متعہ کو حرام قرار دیا۔)

اس تعارض کو رفع کرنے کے لیے بہت سے جوابات دیے گئے ہیں مثلا: حرمت متعہ تو ایک مرتبہ ہو چکی تھی لیکن اس کا اعلان بار بار مختلف غزوات میں کیا گیا اور جن لوگوں نے جس غزوہ میں یہ حکم پہلی بار سنا، انہوں نے حرمت متعہ کو اسی غزوہ سے منسوب کر دیا۔اور حضرت علیؓ کی روایت " نَهَى عَنْ مُتْعَةِ النِّسَاءِ، وَعَنْ لُحُومِ الحُمُرِ الأَهْلِيَّةِ زَمَنَ خَيْبَرَ[۲۶] " جس میں غزوہ خیبر کے موقع پر حرمت کا ذکر ہے اس کا تعلق " لُحُومِ الحُمُرِ الأَهْلِيَّةِ" سے ہے کہ پالتو گدھوں کو حرام قرار دیا گیا اور " نَهَى عَنْ مُتْعَةِ النِّسَاءِ " یہ ایک جملہ ہے جس کا زمن خیبر کے ساتھ کوئی تعلق نہیں[۲۷]۔دراصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر متعہ کی اجازت دی تھی پھر اسے حرام کر دیا تھا لیکن چونکہ فتح مکہ، غزوہ حنین، غزوہ اوطاس ایک ہی سفر میں پیش آئے تھے اس لیے کسی نے اس کی نسبت فتح مکہ کی طرف کر دی اور کسی نے حنین یا اوطاس کی طرف اور صحیح بھی یہی ہے کہ ایک مرتبہ غزوہ خیبر کے موقعہ پر متعہ حرام ہو گیا تھا پھر فتح مکہ کے موقعہ پر ایک محدود وقت کے لیے دوبارہ اس کی رخصت دی گئی، اس کے بعد ہمیشہ کے لیے اس کی حرمت کا اعلان کر دیا گیا۔اور جو حضرت علیؓ کی روایت زمن خیبر والی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت علیؓ کو اس کا علم نہ تھا صرف خیبر کے موقعہ پر اس کی حرمت کا علم تھا۔[۲۸]

علامہ ابن قدامہؒ نے لکھتے ہیں کہ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن متعہ کو حرام قرار دیا پھر فتح مکہ کے موقعہ پر تین دن کے لیے مباح قرار دیا اور پھر ہمیشہ کے لیے اسے حرام قرار دے دیا گیا۔[۲۹]

خلاصہ بحث:

خیبر کے فیصلہ کن معرکہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اس معرکہ میں بہادری، قربانی، عقیدے کی مضبوطی، صدق جہاد اور قوت ایمانی کے ایسے نمونے پائے جاتے ہیں جنہیں سمجھنا اور یاد رکھنا چاہیے۔

خیبر کے معرکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چودہ سو صحابہ کرام نے دس ہزار یہودیوں سے جنگ کی جو مضبوط اور بلند قلعوں میں بند تھے اور یہودی مسلمانوں پر ہر مادی چیز میں فوقیت رکھتے تھے اس تفوق کے باوجود مسلمان ان کے قلعوں اور مضبوط ٹھکانوں کے سامنے بالکل کھلے میدان میں تھے اس کے باوجود آخر کار مسلمانوں کو ان یہودیوں پر فتح حاصل ہوئی۔یہ اس بات کی عملی دلیل ہے کہ کثرت تعداد اور اسلحی برتری اور

عمدگی اور حربی ٹیکنالوجی ہی وہ واحد چیز نہیں جو جنگ میں فتح کی ضامن ہوتی ہے بلکہ اس فتح کا اصل ضامن مجاہد کے دل میں سچے عقیدہ کا رسوخ ہے جس کی ہدایت کی روشنی کی مقابلہ میں اسلحہ کی کچھ قدر و قیمت نہیں۔اس جنگ کے دوران رونما ہونے والے واقعات سے ہم مسلمان کافی احکامات کا استنباط کر سکتے ہیں جو ہمارے لئے نہ صرف جہاد کے دوران بلکہ عام زندگی میں بھی مشعل راہ ثابت ہو سکتے ہیں ضرورت اس امر کی ہے کہ بحیثیت مسلمان ہم اپنے کردار کو آقا نامدار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرز زندگی کے مطابق بنائیں کیونکہ اس سے نہ صرف دنیاوی بلکہ آخرت کا فائدہ بھی حاصل ہوتاہے لہٰذا یہی وہ معرکہ تھا جس سے سرزمین عرب سے یہود کا خاتمہ ہوا اور خیبر کے علاقہ میں یہودیوں کے وجود کی جڑوں کو مکمل طور پر اکھاڑ پھینکا گیا۔خصوصا اس غزوہ میں عربوں کی سمجھ میں ان کے عقیدہ کا بڑا کردار یہ تھا کہ ان کے عقیدہ نے انہیں اپنے رب کے حضور لوٹنے اور صحیح اسلامی عقیدہ سے وابستہ ہونے کے لیے تیار کر دیا تھا کیونکہ اس کے بغیر،ان کے لیے فتح کو حاصل کرنا محال تھا۔

حواشی وحوالہ جات

[1]. صحيح البخاري، محمد بن اسماعيل البخاري، بَابُ غَزْوَةِ خَيْبَرَ، حدیث نمبر: ٤٢١٨، دار طوق النجاة ، ١٤٢٢ھ

[2]. سنن ابو داود ، بَابٌ فِي وَطْءِ السَّبَايَا، حدیث نمبر:٢١٥٦، المكتبة العصرية، صيدا، بيروت۔

[3]. صحيح البخاري ،محمد بن اسماعيل البخاري، بَابُ اسْتِعْمَالِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى أَهْلِ خَيْبَرَ ، حدیث نمبر:٤٢٤٤۔

[4]. السيرة النبوية ، أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي الدمشقي ، ٢٦٢/٢، دار المعرفة للطباعة والنشر والتوزيع،١٩٨٦،١٣٩٦ء۔

[5]. السيرة النبوية ،ابو محمد عبد الملك بن هشام بن ايوب الحميري، ٣٤٦/٣، مكتبة المنار، اردن، ١٤٠٩ھ،١٩٨٨ء۔

[6]. صحيح البخاري ،محمد بن اسماعيل البخاري، بَابُ مُعَامَلَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَهْلَ خَيْبَرَ، حدیث نمبر:٤٢٤٨۔

[7]. زاد المعاد في هدي خير العباد،ابن القيم الجوزيه ، ٣٤٥/٣، دار الرسالة ، ١٣٩٩ھ

[8]. السيرة النبوية ، أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي الدمشقي ، ٢٦٧/٢۔

[9]. خاتم النبيين ، ابو زہرة ،١١٠٣/٢، دار الفكر،بيروت ،١٩٧٢ء۔

[10]. السيرة النبوية ، أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي الدمشقي ، ٢٥٠/٢۔

[11]. السيرة النبوية ، أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي الدمشقي ، ٢٦٧/٢۔

[12]. السيرة النبوية ، أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي الدمشقي ، ٢٦٨/٢-٢٦٩۔

[13]. السيرة النبوية ، أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي الدمشقي ، ٢٧٢/٢۔

۱۴. السيرة النبوية ، أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي الدمشقي ، ۲۶۴/۲۔

۱۵. شرح معاني الآثار، أبو جعفر أحمد بن محمد بن سلامة بن عبد الملك بن سلمة الأزدي الحجري المصري المعروف بالطحاوي (المتوفى: ۳۲۱ھ)، ۱۴/۲، باب نكاح المتعة ،عالم الكتب، ۱۴۱۴ ھ، ۱۹۹۴ء۔

۱۶. نصب الراية لأحاديث الهداية مع حاشيته بغية الألمعي في تخريج الزيلعي، جمال الدين أبو محمد عبد الله بن يوسف بن محمد الزيلعي (المتوفى: ۷۶۲ھ)، ۸۱/۳،مؤسسة الريان للطباعة والنشر – بيروت -لبنان/ دار القبلة للثقافة الإسلامية- جدة- السعودية، ۱۴۱۸ھ/۱۹۹۷ء۔

۱۷. سنن الترمذي، محمد بن عيسى بن سَوْرة بن موسى بن الضحاك، الترمذي، أبو عيسى (المتوفى: ۲۷۹ھ)، بَابُ مَا جَاءَ فِي تَحْرِيمِ نِكَاحِ المُتْعَةِ، حديث نمبر: ۱۱۲۱، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي - مصر، ۱۳۹۵ ھ - ۱۹۷۵ ء۔

۱۸. سوره المؤمنون:۵-۶۔

۱۹. *صرف کنز العمال میں حسن بصری کی ایک مرسل روایت میں حلت کے الفاظ آئے ہیں*: ما حلت المتعة قط إلا في عمرة القضاء ثلاثة أيام، ما حلت قبلها ولا بعدها(كنز العمال في سنن الأقوال والأفعال، علاء الدين علي بن حسام الدين ابن قاضي خان القادري الشاذلي الهندي البرهانفوري ثم المدني فالمكي الشهير بالمتقي الهندي (المتوفى: ۹۷۵ھ)، ۵۲۷/۱۶، حديث نمبر: ۴۵۷۴۹۔مؤسسة الرسالة، ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء

۲۰. فتح القدير، محمد بن علي بن محمد بن عبد الله الشوكاني اليمني (المتوفى: ۱۲۵۰ھ)، ۵۱/۳-۵۲، دار ابن كثير، دار الكلم الطيب - دمشق، بيروت، - ۱۴۱۴ ھ۔

۲۱. سنن الترمذي، محمد بن عيسى بن سَوْرة بن موسى بن الضحاك، الترمذي، أبو عيسى (المتوفى: ۲۷۹ھ)،بَابُ مَا جَاءَ فِي تَحْرِيمِ نِكَاحِ المُتْعَةِ، حديث نمبر: ۱۱۲۱۔

۲۲. كنز العمال في سنن الأقوال والأفعال، علاء الدين علي بن حسام الدين، ۵۲۵/۱۶، ***حديث نمبر***: ۴۵۷۳۷۔

۲۳. المجتبى من السنن - السنن الصغرى للنسائي، أبو عبد الرحمن أحمد بن شعيب بن علي الخراساني، النسائي (المتوفى: ۳۰۳ھ)، باب تَحْرِيمُ الْمُتْعَةِ، حديث نمبر: ۳۳۶۷،مكتب المطبوعات الإسلامية - حلب، ۱۴۰۶ – ۱۹۸۶ء۔

۲۴. صحيح مسلم ، مسلم بن الحجاج، بَابُ نِكَاحِ الْمُتْعَةِ، وَبَيَانِ أَنَّهُ أُبِيحَ، ثُمَّ نُسِخَ، ثُمَّ أُبِيحَ، ثُمَّ نُسِخَ، وَاسْتَقَرَّ تَحْرِيمُهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ ، حديث نمبر: ۱۴۰۵۔

۲۵. نصب الراية، جمال الدين أبو محمد عبد الله بن يوسف بن محمد الزيلعي (المتوفى:۷۶۲ھ)، ۱۷۹/۳ ،مؤسسة الريان للطباعة والنشر – بيروت، ۱۴۱۸ھ/۱۹۹۷ء۔

۲۶. سنن الترمذي، محمد بن عيسى بن سَوْرة بن موسى بن الضحاك، الترمذي، أبو عيسى،(المتوفى: ۲۷۹ھ)،بَابُ مَا جَاءَ فِي تَحْرِيمِ نِكَاحِ المُتْعَةِ، حديث نمبر: ۱۱۲۱۔

۲۷. *علامہ ابن القیم نے لکھا ہے کیونکہ خیبر میں تو تمام عورتیں یہودیہ تھی اور ان سے متعہ کا امکان نہ تھا اس لیے کہ اس وقت تو کتابیہ عورت سے نکاح جائز نہ تھا متعہ کیسے درست ہو سکتا تھا*۔(زاد المعاد في هدي خير

العباد،ابن القيم الجوزيه،۳/۳۶۰)

۲۸. فتح الباري شرح صحيح البخاري، أحمد بن علي بن حجر أبو الفضل العسقلاني الشافعي، ۱٦۹/۹۔

۲۹. المغني لابن قدامة، أبو محمد موفق الدين عبد الله بن أحمد بن محمد بن قدامة الجماعيلي المقدسي ثم الدمشقي الحنبلي، الشهير بابن قدامة المقدسي (المتوفى: ٦۲۰هـ)، ٦/٦۴۵، مكتبة القاهرة، ۱۳۸۸هـ - ۱۹٦۸ء۔

@ 2017 by the author, Licensee University of Chitral, Journal of Religious Studies. This article is an open access article distributed under the terms and conditions of the Creative Commons Attribution (CC BY) (http://creativecommons.org/licenses/by/4.0/).